عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی!!

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ غزالی

رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ / نومبر ۲۰۰۳ء

جلد دوم:
شمارہ: ۳

فہرست

فی شمارہ: ۱۵ روپے

سالانہ بدل اشتراک: ۱۶۰ روپے

خط و کتابت کا پتہ: مکان P-12 یونیورسٹی کیمپس پشاور۔

مولانا محمد اشرف خان سلیمانیؒ

تسلیم و رضا

غم میں بھی قانون فطرت سے میں کچھ بدظن نہیں
یہ سمجھتا ہوں کہ میرا دوست ہے دشمن نہیں

اللہ تعالیٰ کے ہر تشریعی و تکوینی فیصلہ کو برضا و رغبت قبول کر لینا اور اس پر راضی ہونا، اگر طبعی خوشی نہ ہو تو عقلی خوشی تو ہو۔ طبعی حزن و تکلیف تو ہوں گے لیکن عقلاً اس پر راضی ہونا کہ اس میں خیر ہے جس طرح انجکشن لگاتے ہوئے طبعی تکلیف تو ہوتی ہے لیکن عقلاً انسان خوش ہوتا ہے کہ انجکشن لگانے سے صحت یاب ہو جائیں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کسی معاملہ کو اگرچہ وہ بظاہر تکلیف دہ ہو انسان عقلاً یہ سمجھے کہ اس میں میرے لئے سراسر خیر ہی خیر ہے۔

ہرچہ آں شیرین کند شیرین بود

ترجمہ: وہ میٹھا (یعنی اللہ تعالیٰ) جو کچھ بھی کرتا ہے وہ میٹھا (خوشگوار) ہی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ہر کام عین حکمت ہے اور اسی حکمت کے تحت اللہ تعالیٰ مخلوق کے ساتھ جو بھی معاملہ کرتا ہے اس میں مخلوق کی بھلائی ہوتی ہے۔

من نہ کردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

ترجمہ: میں نے مخلوق کو اسلئے پیدا نہیں کیا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھاؤں بلکہ اس لئے پیدا کیا ہے کہ ان پر عطا و دہش کروں۔

اللہ تعالیٰ کی رحیمی و رحمانی اور جمالی صفات کا تقاضا مخلوق کیساتھ رحم و کرم و شفقت ہے۔

من غمِ تو میخورم تو غم مخور
بر تو من مشفق ترم از صد پدر

ترجمہ: میں تیرا غم خوار ہوں تو غم نہ کر سو باپوں سے بڑھ کر میں تجھ پر مہربان ہوں۔

تو جو ذات اتنی شفیق و رحیم ہو تو کیا وہ ہمارے لئے برائی چاہے گی! ہماری طبیعت کے خلاف جو حالات پیش آتے ہیں ظاہر اس کا قہر ہے لیکن حقیقت اس کی مہر ہے۔

طفل می لرزد زنیش احتجام
مادر مشفق در آں غم شاد کام

ترجمہ: بچہ پچھنے لگنے (پرانے زمانے کا طریقہ جراحی) کی تکلیف سے تو لرزتا ہے، لیکن اس کی شفیق ماں اس تکلیف سے خوش ہوتی ہے۔

بچہ جب سرجن کو دیکھتا ہے تو رونا شروع کر دیتا ہے ماں باپ بچہ کے معمولی گزند و تکلیف کو برداشت نہیں کرسکتے بچہ روتا ہے لیکن والدین ڈاکٹر کو فیس بھی دیتے ہیں ظاہراً ملول بھی ہوتے ہیں لیکن قلباً خوش ہوتے ہیں کہ آپریشن سے بچہ کو صحت مل جائے گی، یہی حال اللہ تعالیٰ کا مخلوق کے ساتھ ہے کہ بظاہر کوئی واقعہ ناگوار ہوتا ہے لیکن اس میں بہت بڑا فائدہ اور خیر ہوتی ہے بعض اہل حال طبعاً بھی خوش ہوتے ہیں۔

به جرم عشق تو ام می کشند وغوغائیست
تو نیز بر سربام آکه خوش تماشائیست

اہل حال کا یہ ایک حال ہوتا ہے یہ لازمی نہیں کہ ہر ایک کو یہ نصیب ہو۔ لیکن عقلاً خوش ہونا تسلیم و رضا کے لئے ضروری ہے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اس میں خیر ہے جیسے رقم بینک میں داخل کر لی تو ظاہراً تو جیب خالی ہوگئی لیکن وہاں جمع ہوگئی۔

آن کسے را کِش چنین شاہے کُشد
سوئے تخت و بہترین جاہے کَشد

نیم جاں بستاند وصَد جاں دہد
آنچہ درو ہمت نیاید آں دہد

وہ آدمی جس کو بادشاہ قتل کرتا ہے اس کو تخت اور بہترین مرتبہ عنایت فرماتا ہے۔ وہ آدھی جان لیتا ہے تو سو جانیں دیتا ہے (بلکہ) اتنا دیتا ہے کہ جو تیرے خیال میں بھی نہیں آسکتا۔

سر بہ وقت جان سپردن اس کے زیر پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

حضرت عثمان ہارونی جو حضرت معین الدین اجمیری کے شیخ ہیں ان کا شعر ہے ؎

بہر قتلم چون کشد تیغ نہم سر بہ سجود

او بہ نازے عجبے من بہ نیازے عجبم

میرے قتل کے لئے جب وہ تلوار نکالتا ہے تو میں سر کو سجدے میں رکھ لیتا ہوں، وہ عجیب ناز میں ہیں اور ہم عجیب نیاز میں۔

این بلا از دوست تطہیر شما است۔

ترجمہ: یہ دوست کی طرف سے جو آزمائش ہے تیری پاکی کے لئے ہے۔

اللہ کی طرف سے جو مصیبتیں آتی ہیں وہ تین وجوہ سے خالی نہیں ہوتیں۔ جیسے کہ ارشاد ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ ط وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ (سورۃ تغابن۔۱۱)

ترجمہ: نہیں پہنچتی کوئی تکلیف بدوں حکم اللہ کے اور جو کوئی یقین لائے اور جو کوئی یقین لائے اللہ پر وہ راہ بتلائے اس کے دل کو اور اللہ کو ہر چیز معلوم ہے۔

۱۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ گناہوں کے سبب مصیبتیں آتی ہیں تا کہ ہدایت کا راستہ کھل جائے۔ یہ مصائب کفارہ سیئات بن جاتی ہیں مومن کو اگر کانٹا بھی چبھ جائے تو وہ گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جاتا ہے بعض لوگوں کو دنیا میں اتنی تکالیف پہنچ جاتی ہیں کہ ان کی وجہ سے ایک گناہ بھی ان پر باقی نہیں رہتا۔

۲۔ دوسری وجہ مصائب وتکالیف کی رفع درجات کے لئے ہے۔ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ ایک اونچا مقام دینا چاہتے ہیں جس کو وہ اپنے اعمال اور مجاہدات سے حاصل نہیں کرسکتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی اضطراری مجاہدہ میں مبتلا کر دیتے ہیں، جس سے اُس کے درجات بلند ہو جاتے ہیں۔

۳۔ تیسری وجہ مصائب وتکالیف کے آنے کی پیار ہے جیسے کوئی بچہ کو چٹکی بھرتا ہے تو بچہ چیخنے لگتا ہے، یہ پیار والی تکالیف محبوبیت کی راہ کی ہیں۔ ان کی چٹکیاں دہلی کی جامع مسجد کے کباب کی طرح ہیں جس میں بہت مرچیں ہوتی تھیں مگر مزہ بھی آتا تھا اور ساتھ ہی آنکھوں سے آنسو بھی

جاری ہوتے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم انبیاء علیہم السلام کے گروہ پر تمام لوگوں سے زیادہ بلائیں اور مصائب آتی ہیں، پھر جو ان کے قریب ہو۔

بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی میں تین نشانیاں ہوتی ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ ان کے دشمن اور حاسدین ہوتے ہیں۔

۳۔ اور تیسرے یہ کہ مشکلات و مصائب ان پر آتی ہیں۔اور یہ ہر حالت میں راضی ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس میں خیر ہی خیر ہے۔جس کا یہ حال بن جائے تو اس کو جنت کا مزہ دنیا میں ملتا ہے شیخ جیلیؒ نے اپنے ایک مرید سے کہا کہ فرزند آپ کو ایسا نسخہ نہ بتاؤں کہ دنیا میں جنت کا مزہ آجائے؟ کہا کہ رضا بالقضاء کو اپنا شعار بناؤ۔

بہلول دانا ایک مرتبہ ریت کے ذرّوں کے ساتھ مشغول تھا۔ہارون الرّشید بادشاہ کا گزر ہوا، پوچھا کہ بہلول کیا حال ہے؟ بہلول نے جواب دیا کہ اس شخص کا کیا حال پوچھتے ہو کہ جس کے اشاروں پر دنیا ناچتی ہے۔ہارون نے کہا کہ کیا کفر کی باتیں کرتے ہو۔کہا جب میں نے اپنی مرضی اللہ تعالیٰ کی مرضی میں فنا کردی کہ جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں وہی میں بھی چاہتا ہوں ۔میری اپنی کوئی چاہت و مرضی ہے ہی نہیں تو اب بتاؤ کیا دنیا میرے اشاروں پر نہیں ناچ رہی۔ اگر ایک بس شہر سے اسلامیہ کالج کی طرف آ رہی ہو اور ایک سائیکل سوار بھی شہر سے اسلامیہ کالج کی طرف آ رہا ہو اور وہ بس پر ہاتھ رکھ لے تو جس رفتار سے بس چلے گی اُسی رفتار سے سائیکل والا بھی چلے گا۔اسی طرح جس نے اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا تو اللہ تعالیٰ کی رفتار سے جائیگا۔اور اگر بس اسلامیہ کالج کی طرف آ رہی ہو اور سائیکل سوار شہر کی طرف جا رہا ہو اگر اس حالت میں بس پر ہاتھ رکھ لے تو سائیکل سوار گر جائیگا۔ بس جو بھی اللہ تعالیٰ کے حکموں کے خلاف چلے گا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو چلتی ہوئی بس کی مخالف سمت میں جا رہا ہو۔

حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ

اصلاحی مجلس

ہمارے ڈیپارٹمنٹ (اناٹومی ڈیپارٹمنٹ خیبر میڈیکل کالج) کے ایک ہیڈ ہوا کرتے تھے۔ ایک زمانے میں وہ پشاور یونیورسٹی کے اساتذہ کے کلب میں میں رات کو بیٹھا کرتے تھے اس مجلس میں کئی دہریئے ethiest پروفیسر ہوا کرتے تھے۔ باتوں باتوں میں وہ لوگ اُن کے ذہن میں کوئی ملحدانہ بات ڈال دیتے تھے۔ دن کو وہ آکر پھر مجھ سے اُس پر بحث کرتے ایک دن مجھے کہنے لگے حاجی صاحب! یہ تمام پیغمبر یعقوبؑ کی اولاد میں گزرے ہیں میں نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے چچا حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہیں اور باقی یعقوبؑ کی اولاد میں گزرے ہیں۔ میرا جواب سن کر کہنے لگے بڑے ہوشیار تھے کیا گُر سیکھ لیا تھا۔ (نعوذ باللہ) نبوت کا دعویٰ کرکے لوگوں کو پھنساتے تھے۔ اپنے آپ کو نبی کہہ کر لوگوں کا استحصال (exploit) کرتے تھے۔ یہ دہریہ لوگ منطق اور فلسفہ کی زبان میں بات کرتے ہیں (philosiphical and Logical) اور اس طرح لوگوں کے دلوں میں اپنے شیطانی خیالات ڈالتے ہیں۔ ہمارے ہیڈ ذہن سے اچھے آدمی تھے وہ بات کو فوراً ماننے کی بجائے اس کے بارے میں پوچھ کر معلومات حاصل کرلیا کرتے تھے۔ بندہ نے ان سے عرض کیا کہ سر ایک تو دو نبیوں کے درمیان سینکڑوں ہزاروں سالوں کا فاصلہ اور پھر ایک دوسرے سے سینکڑوں ہزاروں میلوں کی دوری رسل و رسائل اور ذرائع ابلاغ کی کمی اس کے باوجود ان کی تعلیمات کا ایک جیسا ہونا اور ان میں فرق نہ ہونا ان کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس کے علاوہ ان انبیاء علیھم السلام کا جانکاہ مشکلات اور زہرہ گداز تکالیف سے گزر کر اپنے عقیدۂ توحید و آخرت اور نیک اعمال کے لیے کوششیں کرنا اور انسانیت کی اس خدمت کے بدلے میں کوئی معاوضہ طلب نہ کرنا اس دلیل کو اور محکم اور پکا کرتا ہے۔ اور اس کوشش و جدوجہد میں جو نتائج حاصل ہوں اور دنیا کے وسائل ہاتھ میں آئیں ان کو عوام الناس میں تقسیم کرکے خود فقر و فاقہ اور تنگدستی کی زندگی گزارنا جو اکثر انبیاء علیھم السلام کا طریقہ رہا ہے ان کی حقانیت کے خلاف تمام فلسفیانہ دلائل کو لاجواب کر دیتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الشعراء:۱۶۴) کے فلک شگاف اعلان کی شکل میں بیان کیا گیا ہے۔

قرآن منطق اور فلسفے کی کتاب نہیں اور عام طور پر بڑے سادہ انداز میں ایسے دلائل پیش کرتا ہے کہ بڑے بڑے لوگ دنگ رہ جاتے ہیں لیکن قرآن کی اس سادگی میں جو منطق اور فلسفہ ہے اس کا جواب کسی

انسان کے بس کی بات نہیں۔ انسان کی فطرت ہے کہ وہ دنیا میں کوئی کام مفاد کے بغیر نہیں کرتا۔ مفاد کیا ہے؟ دولت، شہرت اور سکوپ (Scope)۔ ہمارے زمانے مین خیبر میڈیکل کالج کے سال دوم میں فزیالوجی اور بایوکیمسٹری اور فارما کالوجی پڑھاتے تھے۔ اس میں دوائیوں کا ایک گروپ ہوتا تھا اس کو Amin (اے مین) کہتے تھے۔ جو لڑکا لڑکیوں کو دکھانے کیلئے بن ٹھن کے آتا تھا اس کو ہم سکوپلا مین کہتے تھے۔ سکوپ Scope یونیورسٹی کے نوجوانوں کی اصطلاح میں عورتوں میں مقبول ہونے کو کہتے ہیں۔ تو تیسری چیز ہے عورت۔ یعنی انسان دنیا میں کوئی کام دولت، شہرت اور عورت کے جذبہ کے بغیر نہیں کرتا۔

کفارِ مکہ بڑے دانشور تھے، وہ لوگ قبائلی نظام میں رہتے تھے۔ ان کے سردار اکثر عجمی بادشاہوں کے ساتھ مذاکرات کے لیے جایا کرتے تھے۔ جب آپؐ کی دعوت سے عاجز آگئے تو ایک دن آکر کہنے لگے کہ اگر آپ یہ کام سرداری کے لیے کرتے ہیں تو ہم آپ کو عرب کا بادشاہ بنا لیتے ہیں اور اگر آپ کو دولت چاہیے تو سارے عرب کی دولت آپ کے قدموں میں ڈال لیتے ہیں اور اگر آپ کو خوبصورت عورتوں کا شوق ہے تو ہم عرب کی ساری عورتیں آپ کے سامنے پیش کرلیں گے جو آپ کو پسند ہو اور جتنی پسند ہوں آپ لے لیں۔ اُن کو یہ بھی پتہ تھا کہ اگر کوئی انسان دولت، شہرت، عورت کے مفاد کے بغیر کوئی کام کرتا ہے تو پھر اس کے دماغ میں فتور ہوسکتا ہے اس لیے پھر کہنے لگے کہ اس کے علاوہ اگر آپ پر کچھ سحر یا جادو ہوا ہو تو ہم عرب کے بہترین کاہنوں کو کہہ کر آپ کا علاج کروالیں گے۔ اُس وقت عرب میں نامی گرامی کاہن موجود تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی والدہ صاحبہ اور حضرت ابوسفیانؓ کی بیوی حضرت ہندہؓ کا اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ان کی منگنی پہلے کسی اور آدمی سے ہوئی تھی ایک دن ان کے گھر میں چور گھس آیا اسی اثناء میں ہندہ کا منگیتر بھی آگیا، چور اسے دیکھ کر بھاگا لیکن منگیتر کو ہندہ کے بارے میں شک ہوگیا۔ جب بات بہت بڑھی تو ہندہ کے والد نے کہا کہ اس کا فیصلہ ہم کسی کاہن سے کروالیں گے۔ اُن دنوں مکہ مکرمہ سے باہر ایک گاؤں میں ایک بڑا کاہن تھا۔ جب اس کے پاس جانے لگے تو کہنے لگے کہ اُس کا امتحان کریں گے۔ جاتے ہوئے انھوں نے اپنے گھوڑے کے پیشاب کی جگہ میں ایک گندم کا دانہ چھپالیا۔ جب کاہن کے پاس پہنچے تو اُس سے کہا کہ ہمارے پاس کیا راز ہے؟ کہنے لگا تم لوگوں نے آتے ہوئے فلانے گھوڑے کی پیشاب کی جگہ میں گندم کا دانہ چھپالیا ہے۔ جب اُن کو یقین ہوگیا کہ کاہن ماہر ہے تو پھر انھوں نے ہندہ کے متعلق پوچھا۔ کاہن نے دیکھ کر کہا یہ پاک ہے بلکہ یہ ایک بادشاہ کی ماں بنے گی۔ واپس آکر ہندہ نے اُس آدمی کے ساتھ شادی سے انکار

کر دیا اور کہا کہ وہ تم نہیں ہو سکتے جس کا بیٹا بادشاہ بنے گا۔ بعد میں آپ کی شادی حضرت ابوسفیانؓ سے ہوئی جن کے بیٹے حضرت امیر معاویہؓ ہوئے ان کو افضل الملوک یعنی بادشاہوں میں سب سے افضل کہا جاتا ہے۔
ایک دوسرا واقعہ یمن کے اسود عنسی کا ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ صحابہؓ نے اس کو بھی قتل کیا اسود عنسی یمن کا ایک آدمی تھا اور اُس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں نبوت کا دعوی کیا۔ آپؐ نے چند صحابہ کو اِس کو قتل کرنے کے لیے بھیجا۔ اسود عنسی نے سوچا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ ہیں، اِن کو قتل کرنے کی بجائے مرعوب کرنا چاہیے۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ کچھ اونٹ اور بکریاں لے آؤ اور ان کو قطار میں کھڑا کر دو۔ قطار میں کھڑا کر کے اسود عنسی نے اپنی لاٹھی سے زمین پر ایک لکیر کھینچی تو سب کی گردنیں کٹ کر گر گئیں۔ صحابہؓ کو دیکھ کر کہا کہ تمھارا ابھی یہ حال کر دوں۔ صحابہؓ نے مصلحت وقت کے تحت عذر معذرت کر کے اپنے آپ کو بچا لیا اور کسی مناسب موقع کے انتظار میں وہیں رہنے لگے۔ اِس خبیث نے اِن صحابہؓ میں سے ایک کی بہن کو اغوا کر لیا اور اس کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ ان حضرات نے کسی طریقے سے اس عورت سے رابطہ کر لیا، اس عورت نے اسود عنسی کے معمولات بتائے اور وہ وقت بتایا جب وہ شراب کے نشے میں دھت ہو جاتا تھا، قلعے کی ایک کمزور جگہ بھی بتا دی اور سمجھا دیا کہ اگر تم دیوار توڑ کر یہاں سے داخل ہو جاؤ تو میں اسلحے کا بند بست کر دوں گی۔ رات کو دیوار توڑ کر سب اُدھر سے داخل ہوئے تو اُس نے سب کو اسلحہ دے کر اس کے کمرے تک پہنچا دیا۔ صحابہؓ نے جب اس کو قتل کرنا چاہا تو دیکھا کہ چارپائی میں گوشت کا ایک تودہ ہے اور سر غائب ہے۔ اغوائے شیطانی سے سر نظر نہیں آ رہا تھا اتنے میں شیطان نے اُس کو جگا دیا وہ بڑبڑایا صحابہ کرام نے اپنے حوصلوں کو مضبوط کیا اور ان کو اندازہ ہوا کہ اگرچہ یہ بڑبڑا رہا ہے لیکن نشے میں دھت ہونے کی وجہ سے اس کے ہوش و حواس قائم نہیں جوں وار کیا یہ بڑے زور سے بلبلایا جس سے اِس کے محافظ جاگ اٹھے۔ اُنھوں نے باہر سے آواز دی کہ کیا ہو رہا ہے؟ اندر سے صحابی کی بہن نے جواب دیا بے فکر رہو نبی پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ صحابہؓ نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور اٹھا کر قلعے کی دیوار سے باہر پھینک دیا اور کہا کہ لو اپنے نبی کا سر۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات سے کچھ دن پہلے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ اسود عنسی قتل ہو گیا، آپؐ ابھی مرض الوفات میں تھے کہ اسود عنسی کے قتل کی اطلاع آ گئی۔ آپؐ نے اُن صحابہؓ کے لیے دُعا فرمائی۔
تو عرب کے سرداروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپؐ پر کوئی جادو، سحر یا جن کا سایہ ہے۔ تو آپؐ کا علاج کروا لیں گے۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا مجھ کو نہ مال و دولت درکار ہے اور نہ

تمھاری حکومت اور سرداری مطلوب ہے۔ میں تو اللہ کا رسول ہوں، اللہ نے مجھ کو تمھاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تم کو اللہ کے ثواب کی بشارت سناؤں اور اُس کے عذاب سے ڈراؤں۔ میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور بطور نصیحت و خیر خواہی، اس سے تمھیں آگاہ کر دیا۔ اگر تم اس کو قبول کر لو تو تمھارے لئے سعادت دارین اور فلاح کونین کا باعث ہے اور اگر نہ مانو تو میں صبر کروں گا، یہاں تک کہ اللہ میرے اور تمھارے درمیان فیصلہ فرمائے۔ اور پھر سورہ حم السجدہ کی پہلی تیرہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔ جب اس آخری آیت فَاِنْ اَعْرَضُوْ (اگر یہ اعراض کریں) پر پہنچے تو عتبہ، جو روسائے قریش میں سے تھا، نے اپنا ہاتھ آپؐ کے منہ مبارک پر رکھ دیا اور آپؐ کو قسم دے کر کہا کہ لِلّٰہ ہم پر رحم فرمائیں اور خاموش ہو جائیں۔ عتبہ کو ڈر ہوا کہ کہیں قومِ عاد اور قومِ ثمود کی طرح اسی وقت میری قوم پر کوئی عذاب نازل نہ ہو جائے۔

نبی تمام تکالیف اور مصائب جھیل کر لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی کی طرف بلاتے ہیں اور یہ سب کچھ بلا معاوضہ کرتے ہیں، اپنے لئے کچھ طلب نہیں کرتے۔ قرآن بھی کہتا ہے کہ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں اس کام یعنی دعوت اِلی اللہ پر آپ لوگوں سے کوئی معاوضہ تو طلب نہیں کرتا۔

فتحِ مکہ کے موقع پر جب ابوسفیان نے اسلام قبول کیا۔ تو ہندہ نے آپ کو مونچھوں سے پکڑ کر زمین پر گرایا اور کہا کہ تم نے بھی اسلام قبول کیا۔ فتح مکّہ کی رات سب لوگ اس انتظار میں تھے۔ کہ مسلمان اب لوٹ کھسوٹ کریں گے، عورتوں کی بے عزتی کریں گے۔ کیونکہ فاتحین جب کسی علاقہ میں فاتح بن کے داخل ہوتے ہیں تو وہاں کی عورتوں کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ بہرحال رات کو جب دیکھا کہ صحابہؓ بڑی آہ وزاری سے خانہ کعبہ کے گرد طواف کر رہے ہیں تو ہندہ کہنے لگی واللہ یہ لوگ حق پر ہیں، میں نے آج تک کسی کو اس آہ وزاری سے خانہ کعبہ کا طواف کرتے نہیں دیکھا۔ صبح ہوئی تو آپؐ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی۔ اتنی بہادر عورت تھی آپ نے عورتوں سے بیعت لے رہے تھے تو اس نے اپنے آپ کو چھپایا ہوا تھا تاکہ پہچانی نہ جا سکوں، لیکن جب آپؐ نے عورتوں سے یہ فرمایا کہ بدکاری نہیں کرو گی، تو کھڑے ہو کر کہا کہ کیا شریف عورت کسی غیر کے متعلق سوچ بھی سکتی ہے۔

یہ جو قرآن میں آتا ہے هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ ط اسکی ایک تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عسکری، اقتصادی اور ہر لحاظ سے اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرے گا۔ لہٰذا صحابہ نے سلطنت روم و فارس کو ختم کیا اور آخر میں اللہ پھر بھی تمام ادیان کو ختم کر کے اسلام اور

مسلمانوں کو پورے کرہ ارض پر غلبہ دے گا۔ لیکن دلائل کے میدان میں یہ بات ہمیشہ کے لیے ہے یعنی یہ دین ہمیشہ کے لیے تمام ادیان پر دلائل کی دنیا میں غالب رہے گا۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ایک عیسائی پادری ہندوستان کے کسی علاقے میں عیسائیت کا پرچار کر رہا تھا۔ کہنے لگا عیسیٰؑ (نعوذ باللہ) اللہ کا بیٹا ہے۔ ایک زمیندار (ہندوستان میں خان وغیرہ کو زمیندار کہتے ہیں) گزر رہا تھا۔ کہنے لگا یار میری شادی کو بارہ سال ہوئے ہیں اور میرے بارہ بیٹے ہیں، اگر زندہ رہا تو اور بھی ہوں گے، تمھارا کیسا خدا ہے کہ اتنے عرصے میں ایک ہی پیدا ہوا۔ یہ سن کر پادری لاجواب ہو گیا، اگرچہ بات بیہودہ تھی لیکن باطل کا منہ بند کرنے کے لیے یہ بھی کافی تھی۔

تو خیر ان کے پاس کوئی دلائل نہیں، ان کے دلائل کو تو عام آدمی بھی توڑ لیتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں چھوٹا بچہ تھا، ہمارے گاؤں میں عیسائی مشنری آتے تھے۔ یہ لوگ دور دراز علاقوں میں جا کے اپنا کام کرتے ہیں، پہلے کچھ ڈھول تماشے دکھاتے ہیں اور پھر اپنی بات کرتے ہیں۔ میں بھی دوسرے بچوں کے ساتھ ان کے تماشے دیکھنے کے لیے چلا گیا۔ ابھی ہم تماشا دیکھ ہی رہے تھے کہ ہمارے سکول کا چپڑاسی (فقیر حسین کاکا) آ گیا۔ اُنکو دیکھ کر کہنے لگا کہ ارے یہ لوگ تو مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لیے آئے ہیں تھوڑی ہی دیر میں اس نے وہ ہنگامہ کھڑا کیا کہ عیسائی مشنریوں کو بھاگنا پڑا۔

تو بات یہاں سے شروع ہوئی تھی کہ سیاسی لیڈر جب نعرہ لگاتا ہے، تحریک چلاتا ہے تو مفاد کی خاطر اور دولت، شہرت، عورت کی خاطر کرتا ہے۔ مصائب، تکالیف اور قربانیاں یہ لوگ مزے حاصل کرنے کے لیے برداشت کرتے ہیں۔ نبی بھی دعوت اِلی اللہ کا نعرہ لگاتا ہے لوگوں کو ایک اللہ کے ساتھ جوڑنے کی تحریک چلاتا ہے لیکن یہ سب کچھ لوگوں کی دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے کرتا ہے، اپنی لیڈری کی دکان چمکانے کے لیے نہیں کرتا۔ مصائب خود جھیلتا ہے اور فائدہ دوسرے اٹھاتے ہیں۔ یہی فرق ہوتا ہے سیاسی لیڈر اور نبی میں لیکن یہ باتیں آہستہ آہستہ سمجھ میں آتی ہیں۔ ہمیں چالیس سال لگے ہیں چالیس سال کا نچوڑ آپ لوگوں کو آدھے گھنٹے میں کیسے دے دوں۔ یہ تو آپ لوگ آئیں جائیں گے تو انشاءاللہ آہستہ آہستہ یہ بات دل میں اُتر جائے گی۔ اقبال کا ایک شعر ہے۔

میرے گلو میں ہے اک نغمۂ جبریل آشوب　　سنبھال کر اسے رکھا ہے لامکاں کے لیے

☆☆☆☆☆

انجنیئر نجیب الدین

استحسانِ کفر (کفر کو پسند کرنا) کفر ہے

حضرت مولانا فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ دہّان (تاجر روغن) جو مکہ کے ایک بڑے عالم تھے نے فرمایا کہ مکہ میں ایک بڑے عالم کا انتقال ہوا اور ان کو دفن کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد کسی دوسرے شخص کا انتقال ہوا تو اس کے وارثوں نے اسے ان عالم صاحب کی قبر میں دفن کرنا چاہا، (مکہ میں یہ دستور ہے کہ ایک قبر میں کئی کئی مردوں کو دفن کر دیتے ہیں) چنانچہ ان عالم صاحب کی قبر کھولی گئی تو دیکھا کہ ان کی لاش کی بجائے ایک نہایت حسین لڑکی کی لاش رکھی ہوئی ہے اور صورت دیکھنے سے وہ لڑکی یورپی معلوم ہوتی تھی۔ سب کو حیرت ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے! اتفاق سے اس مجمع میں یورپ سے آنے والا ایک شخص بھی موجود تھا، اس نے جو لڑکی کی صورت دیکھی تو کہا کہ میں اس کو پہچانتا ہوں، یہ لڑکی فرانس کی رہنے والی ہے اور ایک عیسائی کی بیٹی ہے، یہ مجھ سے اردو پڑھتی تھی اور در پردہ مسلمان ہو گئی تھی، میں نے اس کو دینیات کے چند رسالے بھی پڑھائے تھے ، اتفاق سے بیمار ہو کر انتقال کر گئی اور میں دلبرداشتہ ہو کر نوکری چھوڑ کر یہاں چلا آیا۔ لوگوں نے کہا کہ اسکے یہاں منتقل ہونے کی وجہ تو معلوم ہو گئی کہ مسلمان ہو گئی تھی اور نیک تھی لیکن اب یہ بات دریافت طلب ہے کہ ان عالم صاحب کی لاش کہاں گئی؟ بعض لوگوں نے کہا کہ شاید اس لڑکی کی قبر میں منتقل کر دی گئی ہو۔ اس پر لوگوں نے اس سیاح سے کہا کہ تم حج سے واپس ہو کر یورپ جاؤ تو اس لڑکی کی قبر کو کھود کر ذرا دیکھنا کہ اس میں مسلمان عالم کی لاش ہے یا نہیں اور کوئی صورت شناس بھی ساتھ کر دیا۔ چنانچہ وہ شخص یورپ واپس گیا اور لڑکی کے والدین سے حال بیان کیا، اس پر ان کو بہت حیرت ہوئی کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ لڑکی کی لاش کو دفن کیا جائے فرانس میں اور تم ان کی لاش مکہ میں دیکھ لو۔

آخر یہ قرار پایا کہ اس لڑکی کی قبر کھود دو۔ چنانچہ اس کے والدین اور چند لوگ اس حیرت انگیز معاملہ کی تفتیش کے لیے قبرستان چلے اور لڑکی کی قبر کھودی گئی، تو واقعی اس کے تابوت میں اس کی لاش نہ تھی بلکہ اس کی بجائے وہ مسلمان عالم مقطع صورت وہاں دھرے ہوئے تھے جن کو مکہ میں دفن کیا گیا تھا۔

شیخ دہان نے فرمایا کہ اس سیاح نے کسی ذریعہ سے ہم کو اطلاع دی کہ اس عالم کی لاش یہاں فرانس میں موجود ہے۔ اب مکہ والوں کو فکر ہوئی کہ لڑکی کا مکہ میں پہنچ جانا اس کے مقبول ہونے کی علامت ہے اور اس کے مقبول ہونے کی وجہ بھی معلوم ہو گئی، مگر اس عالم کا کفرستان میں پہنچ جانا کس بنا پر ہوا، اس کے مردود ہونے کی وجہ کیا ہے؟ سب نے کہا کہ انسان کی اصلی حالت اس کے گھر والوں کو معلوم ہوا کرتی ہے، اس کی بی بی سے

پوچھنا چاہئے۔ چنانچہ لوگ اس کے گھر گئے اور اس کی بی بی سے پوچھا کہ تیرے شوہر میں اسلام کے خلاف کوئی بات تھی؟ اس نے کہا کچھ بھی نہیں وہ تو بڑا نمازی اور قرآن کا پڑھنے والا اور تہجد گزار تھا۔ لوگوں نے کہا سوچ کر بتلاؤ، کیونکہ اس کی لاش دفن کے بعد مکہ سے کفرستان پہنچ گئی تھی، کوئی بات اس میں اسلام کے خلاف ضرور تھی۔ اس پر بی بی نے کہا کہ اس کی ایک بات پر میں ہمیشہ کھٹکتی تھی، وہ یہ کہ جب وہ مجھ سے مشغول ہوتا اور فراغت کے بعد غسل کا ارادہ کرتا تو یوں کہا کرتا تھا کہ نصاریٰ کے مذہب میں یہ بات بڑی اچھی ہے کہ ان کے ہاں غسل جنابت فرض نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ بس یہی بات ہے جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اس کی لاش کو اسی قوم کی جگہ پھینک دیا جن کے طریقہ کو وہ پسند کرتا تھا۔

فائدہ: یہ شخص ظاہر میں عالم، متقی اور پورا مسلمان تھا مگر تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں ایک بات کفر کی موجود تھی کہ وہ کفار کے ایک طریقے کو اسلامی حکم پر ترجیح دیتا تھا اور استحسان کفر کفر ہے۔ اس لیے وہ شخص پہلے ہی سے مسلمان نہ تھا۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ لاش منتقل ہو جایا کرے مگر خدا تعالیٰ کہیں ایسا بھی کر کے دکھلا دیتے ہیں تا کہ لوگوں کو عبرت ہو کہ بدحالی کا یہ نتیجہ ہے۔

انتخاب از ''حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات''

☆☆☆☆☆

حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک رات کو بارگاہ خداوندی میں التجا کی کہ اے اللہ مجھے یہ بتا دے کہ بہشت میں میرا یار و مصاحب کون ہوگا، آواز آئی فلاں چرواہا۔ حضرت جنید بغدادیؒ اس چرواہے سے جا کر ملے اور کئی دن اس کا حال دیکھنے کے بعد پوچھا: تم پنج وقتہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہو اس کے سوا کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو اس قدر قبولیت کا باعث ہو، شاید یہ اعلیٰ مرتبہ جو تمھیں ملا ہے وہ تمہارے کسی باطنی معاملہ کے سبب سے ہے۔ چرواہے نے جواب دیا کہ اے خواجہ جنید! میں ایک جاہل آدمی ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ معاملہ کس کو کہتے ہیں اور باطن کیا ہوتا ہے، البتہ مجھ میں دو خصلتیں ہیں ایک یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ ان سب پہاڑوں کو سونے کا کر دے اور میرے قبضۂ تصرف میں ہوں، اور وہ سب میرے پاس سے جاتے رہیں تو مجھ کو ان کے نہ ہونے کا رنج و غم نہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی مجھ پر جفا کرے یا مجھ سے احسان و وفا کرے تو میں وہ جفا و وفا اس کی طرف سے نہیں جانتا بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانتا ہوں۔'' (خیر المجالس)

☆☆☆☆☆

حضورِ اقدس رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک تعزیتی خط

حضرت معاذؓ بن جبل کے ایک صاحبزادہ کا انتقال ہوگیا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مکتوب لکھوایا۔

من محمد رسول اللّٰہ الیٰ معاذ بن جبل سلام اللّٰہ علیک ،فانی احمد اللّٰہ الذی لا الہ الا ھو.

اما بعد!فعظم اللّٰہ لک الاجر و ألھمک الصبر،ورزقنا وایاک الشکر،ثم ان أنفسنا و أموالنا وأ ھالینا و اولادنا من مواھب اللّٰہ عز وجل الھنیئۃ و عواریہ المستورعۃ متعک اللّٰہ بہ فی غبطۃ و سرور،وقبضہ باجر کبیر،الصلوۃ و الرحمۃ والھدی ان احتسبتہ

یا معاذ فا صبر ولا یحبط جزعک اجرک فتندم علی ما فاتک و اعلم ان الجزع لا یرد میتا ولا یرفع حزنا، فلیذھب اسفک علی ما ھو نازل بک فکان قد.

والسلام

اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے معاذؓ بن جبل کے نام۔ میں پہلے اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں،(بعد ازاں دعا کرتا ہوں) اللہ تعالیٰ تم کو اس صدمہ کا اجرِ عظیم دے،اور تمہارے دل کو صبر عطا فرمائے،اور ہم کو اور تم کو نعمتوں پر شکر کی توفیق دے۔حقیقت یہ ہے کہ ہماری جانیں اور ہمارے مال اور ہمارے اہل وعیال سب اللہ تعالیٰ کے مبارک عطیے ہیں،اور اس کی سونپی ہوئی امانتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا خوشی اور عیش کے ساتھ تم کو اس سے نفع اٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا۔اور اب اس امانت کو اٹھا لیا،اس کا بڑا اجر دینے والا ہے،اللہ کی خاص نوازش اور اس کی رحمت اور اس کی طرف سے ہدایت کی تم کو بشارت ہے،اگر تم نے ثواب اور رضائے الٰہی کی نیت سے صبر کیا۔

پس اے معاذ! ایسا نہ ہو کہ جزع وفزع تمہارے اجر کو غارت کر دے اور پھر تمہیں ندامت ہو،اور یقین رکھو کہ جزع وفزع سے کوئی مرنے والا واپس نہیں آتا،اور نہ اس سے دل کا رنج وغم دور ہوتا ہے،اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم نازل ہوتا ہے وہ ہو کر رہنے والا ہے، بلکہ یقیناً ہو چکا ہے۔

☆☆☆☆☆

صحبت اور مجلس کے اثرات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان کے علاوہ کسی کے ساتھ مصاحبت اور ہم نشینی نہ رکھ اور تیرا کھانا غیر متقی نہ کھائے۔

ف: اس حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آداب ارشاد فرمائے، اوّل یہ کہ ہم نشینی اور نشست و برخاست غیر مسلم کے ساتھ نہ رکھ، اگر اس سے کامل مسلمان مراد ہے تب تو یہ مطلب ہے کہ فاسق فاجر لوگوں کے ساتھ مجالست اختیار نہ کر، دوسرے جملہ میں چونکہ متقی کا ذکر ہے اس سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے، نیز اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ ایک حدیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ نہ داخل ہوں تیرے گھر میں مگر متقی لوگ (کنز)۔ اور اگر اس سے مطلقا مسلمان مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ بے ضرورت مجالست اختیار نہ کی جائے۔ ہر صورت میں تنبیہ مقصود ہے اچھی صحبت اختیار کرنے پر، اس لیے کہ آدمی جس قسم کے لوگوں میں نشست و برخاست رکھا کرتا ہے، اسی قسم کے آثار آدمی میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ اسی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جو ابھی گذرا کہ تیرے گھر میں متقیوں کے علاوہ داخل نہ ہوں، یعنی ان سے میل جول ہوگا تو ان کے اثرات پیدا ہوں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ صالح ہم نشین کی مثال مُشک بیچنے والے کی ہے، اگر اس کے پاس بیٹھا جائے تو وہ تجھے تھوڑا سا مشک کا ہدیہ بھی دے دے گا اور تو اس سے خرید بھی لے گا، اور دونوں باتیں نہ ہوں تو پاس بیٹھنے کی وجہ سے مشک کی خوشبو سے دماغ معطر رہے گا (اور فرحت پہنچتی رہے گی) اور برے ساتھی کی مثال لوہار کی بھٹی کے پاس بیٹھنے والے کی ہے کہ اگر اس کی بھٹی سے کوئی چنگاری اڑ کر لگ گئی تو کپڑے جلا دے گی اور یہ بھی نہ ہو تو بدبو اور دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں (مشکوٰۃ) ایک اور حدیث میں ہے کہ آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوا کرتا ہے، پس اچھی طرح غور کر لے کہ کس سے دوستی کر رہا ہے (مشکوٰۃ) مطلب یہ ہے کہ پاس بیٹھنے کا اور صحبت کا اثر بے ارادہ رفتہ رفتہ آدمی میں سرایت کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ آدمی اس کا مذہب بھی اختیار کر لیا کرتا ہے۔ اس لیے پاس بیٹھنے والوں کی دینی حالت میں اچھی طرح غور کر لینا چاہئے، بددینوں کے پاس کثرت سے بیٹھنے سے آدمی میں بددینی پیدا ہوا کرتی ہے۔ روزمرہ کا تجربہ ہے کہ شراب پینے والوں کے، شطرنج کھیلنے والوں کے پاس تھوڑے دن کثرت سے اٹھنا بیٹھنا ہو تو یہ مرض آدمی کو لگ جاتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو زرینؓ سے فرمایا کہ ”میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جس سے اس چیز پر قدرت ہو جائے جو دارین کی خیر کا سبب

ہو، اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مجلس اختیار کر اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جس قدر بھی تو کر سکے اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو حرکت دیتا رہا کر، اور اللہ کے لیے دوستی کر اور اسی کے لیے دشمنی کر" (مشکوٰۃ) یعنی جس سے دوستی یا دشمنی ہو وہ اللہ کی رضا کے واسطے ہو، اپنے نفس کے وسطے نہ ہو۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی مصاحبت اختیار کرے اس میں پانچ چیزیں ہونا چاہئیں، اول صاحب عقل ہو، اس لیے کہ عقل رأس المال ہے، بیوقوف کی مصاحبت میں کوئی فائدہ نہیں ہے اس کا مآل کار وحشت اور قطع رحمی ہے، حضرت سفیان ثوریؒ سے تو یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ احمق کی صورت کو دیکھنا بھی خطا ہے، دوسری چیز یہ ہے کہ اس کے اخلاق اچھے ہوں کہ جب آدمی کے اخلاق خراب ہوں تو وہ عقل پر بسا اوقات غالب آجاتے ہیں، ایک آدمی سمجھ دار ہے، بات کو خوب سمجھتا ہے لیکن غصہ، شہوت، بخل وغیرہ اس کو اکثر عقل کا کام نہیں کرنے دیتے، تیسری چیز یہ ہے کہ وہ فاسق نہ ہو، اس لیے کہ جو شخص اللہ جل شانہٗ سے بھی نہ ڈرتا ہو اس کی دوستی کا کوئی اعتبار نہیں، نہ معلوم کس جگہ مصیبت میں پھنسا دے، چوتھی چیز یہ ہے کہ بدعتی نہ ہو کہ اس کے تعلقات سے بدعت کے ساتھ متاثر ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اس کی نحوست کے متعدی ہونے کا خوف ہے، بدعتی اس کا مستحق ہے کہ اس سے تعلقات اگر ہوں تو منقطع کر لیے جائیں نہ یہ کہ تعلقات پیدا کیے جائیں، پانچویں چیز یہ ہے کہ وہ دنیا کمانے پر حریص نہ ہو کہ اس کی صحبت سمِ قاتل ہے، اس لیے کہ طبیعت تشبّہ اور اقتدا پر مجبور ہوا کرتی ہے، اور مخفی طور پر دوسرے کے اثرات لیا کرتی ہے (احیاء)......اثرات کا لینا آدمیوں ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ جس چیز کے ساتھ آدمی کا تلبس زیادہ ہوا کرتا ہے، اس کے اثرات مخفی طور پر آدمی کے اندر آجایا کرتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ بکریوں والوں میں مسکنت ہوتی ہے، اور فخر و تکبر گھوڑے والوں میں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان دونوں جانوروں میں یہ صفات پائی جاتی ہیں، اونٹ اور بیل والوں میں شدت اور سخت دلی بھی وارد ہوئی ہے۔ دوسرا ادب حدیث بالا میں یہ ہے کہ تیرا کھانا متقی لوگ ہی کھائیں۔ یہ مضمون بھی متعدد روایات میں آیا ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنا کھانا متقی لوگوں کو کھلاؤ اور اپنے احسان کا مؤمنوں کو مورد بناؤ (اتحاف) علماء نے لکھا ہے کہ اس سے مراد دعوت کا کھانا ہے، حاجت کا کھانا نہیں ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ اپنے کھانے سے اس شخص کی ضیافت کرو جس سے اللہ کی وجہ سے محبت ہو (اتحاف) دفع حاجت کے کھانے میں حق تعالیٰ شانہ نے قیدیوں کے کھلانے کی بھی مدح فرمائی ہے، اور قیدی اس زمانے کے کافر تھے (مظاہر)

احادیث کے سلسلے میں گذر چکا ہے کہ ایک فاحشہ عورت کی محض اس وجہ سے مغفرت ہوئی کہ اس

نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا، اور بھی معتمد روایات میں مختلف مضامین سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو قاعدہ اور ضابطہ فرما دیا کہ ہر جاندار میں اجر ہے، اس میں متقی غیر متقی، مسلم کافر، آدمی حیوان سب ہی داخل ہیں۔ لہٰذا احتیاج اور ضرورت کے کھانے میں یہ چیزیں نہیں دیکھی جاتیں، وہاں تو احتیاج کی شدت اور قلت دیکھی جاتی ہے، جتنی زیادہ احتیاج ہوا تنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔ یہ کھانا (جس میں صرف متقی کو کھلانے کا ذکر ہے) دعوت اور تعلقات کا ہے، اس میں بھی اگر کوئی دینی مصلحت ہو، خیر کی نیت ہو تو جس درجہ کی وہ خیر اور مصلحت ہوگی اسی درجہ کا اجر ہوگا، البتہ اگر کوئی دینی مصلحت نہ ہو تو پھر کھانے والا جتنا زیادہ متقی ہوگا اتنا ہی زیادہ اجر کا سبب ہوگا۔ (فضائل صدقات۔ مولانا زکریاؒ)

☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۳۰ سے) اس رسالہ کو ہاتھوں میں تھامتے ہی طبیعت ہشاش بشاش ہوگئی، جب رسالہ کھول کر دیکھا تو بے اختیار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یاد آ گئی اور زبان سے بے اختیار سبحان اللہ کے کلمات نکلے اور ایک واقعہ کی یاد تازہ ہوگئی کہ غالباً عہد فاروقی میں ایک جگہ کے گورنر نے خط لکھا اور سرکاری کاموں کے اندراج کے لیے روشنائی اور کاغذ کی کمی کی شکایت کی، تو حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا کہ ''الفاظ کو چھوٹا چھوٹا کر کے لکھو اور الفاظ اور سطور کے درمیان فاصلہ کم رکھو۔'' اس ماہ اکتوبر کے رسالہ کو دیکھ کر یہ واقعہ یاد آیا اور آنکھوں میں آنسو ڈگمگا گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے کہ اس ماہنامہ میں (۱) خالی جگہوں کا بھرپور استعمال کیا گیا۔

(۲) لکھائی کی موٹائی (font)، الفاظ اور سطور کا درمیانی فاصلہ (space) اور روشنائی کی مقدار (تیزی)، اہم بات، عبارات اور الفاظ کو واضح کرنا یا خط کشیدہ کرنا وغیرہ وغیرہ انتہائی عمدہ تھا۔ مستقبل میں ان باتوں کو جاری رکھیں۔

مولانا اشرف صاحبؒ، گرامی قدر ڈاکٹر حاجی فدا محمد صاحب اور احیاء العلوم سے اخذ کردہ مضامین کا سلسلہ رسالہ کا مستقل حصہ بنا دیں اور باقی مضامین باہمی مشورہ سے طے کر لیا کریں۔

رسالہ کے ماہانہ اخراجات کا حساب کتاب اور مستقل خریداروں کا حساب وغیرہ واضح طور پر رکھیں تاکہ کوئی خریدار بغیر رسالہ کے نہ رہ جائے۔ یہ حاجی صاحب کے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ ترین اور ناخلف خادم کی گزارشات ہیں جو کہ یقیناً حقیر اور غلط بھی ہوسکتی ہیں، جس کے لیے معافی چاہوں گا۔ والسلام

فقط ڈاکٹر شاکر علی

حفاظتِ قرآن مجید

(تصنیف لطیف حضرت سید سعید اللہ (مازارہ)، سرپرست ماہنامہ غزالی)

ماہنامہ غزالی کے عملہ اور معاونین کی خوش قسمتی ہے کہ ان کو جید عالم دین، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے شاگرد و مرید، اور حضرت مولانا قاضی زید الحسینی ؒ کے خلیفۂ مجازِ بیعت جناب حضرت سید سعید اللہ مدظلہٗ کی سرپرستی اور دعائیں حاصل ہیں۔ حضرت مولانا محمد اشرف خان سلیمانیؒ نے پشاور یونیورسٹی میں اپنا پہلا تبلیغی گشت حضرت ہی کے اسلامیہ کالج ہاسٹل کے کمرے سے شروع فرمایا تھا۔ حضرت سید سعید اللہ صاحب نے قرآن مجید کی حفاظت پر ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے، جس کا نام ''حفاظت قرآن مجید'' ہے۔ خوبیٔ قسمت کہ رمضان المبارک کے ماہ کو قرآن مجید سے خاص نسبت ہے اور اسی ماہ میں مذکورہ کتاب کو رسالے میں سلسلہ وار شائع کرنے کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ یہ تحریر انشاء اللہ قارئین کے لیے نہایت مفید اور بصرت افروز ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے سایہ کو تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے اور ان کی دعاؤں میں ماہنامہ ''غزالی'' کے عملہ و قارئین سب کو وافر حصہ عنایت فرمائے۔ آمین

پیش لفظ

ابتدائے آفرینش سے بنی نوع انسان کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ انبیاء علیھم السلام کو مبعوث فرماتا رہا جن کی پہچان ان کے معجزات سے ہوتی تھی۔ نہ ماننے والے ان معجزات کے توڑنے کی کوشش کرتے تھے تاکہ ان کی نبوت کے دعویٰ کو غلط ثابت کریں اور ان کے ذریعے دی ہوئی ہدایات کا اثر زائل کریں۔

رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیگر انبیاء علیھم السلام کی طرح حسی معجزات دیے گئے تھے اور چونکہ آپ خاتم النبیین (آخری نبی) تھے اس لیے آپ کو حسی معجزات کے ساتھ ساتھ ایک ایسا عقلی معجزہ (قرآن مجید) بھی دیا گیا جو نہ صرف یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں لوگوں کے سامنے تھا بلکہ آپؐ کے وصال کے بعد بھی ہمیشہ کے لیے لوگوں کے سامنے رہا اور رہے گا۔

اس کی حفاظت کا ایسا انتظام ہوا کہ لاتعداد صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے براہ راست حاصل کیا اور پھر قرناً بعد قرنٍ (ایک زمانے سے دوسرے زمانے تک) تواتر کے ساتھ حفظاً و کتابۃً (یاد کر کے اور لکھ کر) آئندہ نسلوں تک پہنچتا رہا اور پہنچتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ صرف اس کتاب کے الفاظ کی حفاظت کی گئی بلکہ

اس کے معانی ومطالب کی تفہیم کے لیے اور بنی نوع انسان کے ظاہر و باطن کی اصلاح کے لیے جن احکام و ہدایات کی ضرورت تھی اور قرآن مجید سے ان احکام وہدایات کے استنباط (نکالنا، حاصل کرنا) کے لیے جن علوم کی ضرورت تھی وہ بھی ایجاد ہوئے اور ایسے طریقہ سے ان کی تعلیم وتعلم کا انتظام مسلسل طور پر قائم رہا کہ ہر ہر صدی میں لاتعداد لوگوں نے بچپن سے لیکر آخری دم تک شب و روز کے اپنے سارے اوقات اس میں لگا دیے، جس کی بناء پر نہ صرف قرآن مجید کی حفظاً وکتابۃً حفاظت ہوتی رہی بلکہ اس کے ساتھ ان تمام علوم کی تعلیم وتعلم کا سلسلہ بھی مسلسل طور پر قائم رہا جن پر قرآن مجید کے معانی ومطالب کا سمجھنا موقوف ہے۔

دیگر انبیاء کے معجزات سے انکار کی طرح قرآن مجید کے معجزہ کا انکار بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں کیا گیا، کبھی اس کو ''اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ o'' (کچھ بھی نہیں یہ نقلیں ہیں اگلوں کی) کبھی ''لَوْنَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ ھٰذَآ'' (اگر ہم چاہیں تو ہم بھی کہہ لیں ایسا) کبھی ''اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّوْثَرُ o'' (اور کچھ نہیں یہ جادو ہے چلا آتا) وغیرہ بہانے گھڑے گئے۔ مگر جب ان کو چیلنج دیا گیا کہ ''فَأْتُوْ بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ'' (تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی) تو اس چیلنج کے جواب میں ان کی زبانیں گنگ اور ہمتیں پست تھیں۔ پھر خلافت راشدہ کے ابتدائی عہد میں جھوٹے نبیوں نے مقابلہ کی کوشش کی اور منہ کی کھائی۔ اس کے بعد بھی چند شاذ ونادر ناکام کوششیں کی گئیں مگر اس چراغِ ایزدی کو بجھا نہ سکیں۔

اب بیسویں صدی میں مستشرقین کا اسلام کے بارے میں نئی تحقیقات کا فتنہ اٹھا ہے، ان کی نام نہاد تحقیقات میں سے ایک قرآن مجید کی حفاظت کے بارے میں نئی تحقیق کا فتنہ ہے تاکہ واقعات کے ذکر کرنے میں تدلیس وتلبیس (فریب ودھوکہ) سے کام لے کر قرآن مجید کی اس پیشگوئی ''وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ'' (اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں۔) کو غلط ثابت کر کے اس کے کلام الٰہی ہونے کے دعویٰ کو غلط ثابت کر سکیں۔

چنانچہ وہ اپنی اس مدلّسانہ تحقیق سے اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید موجودہ مرتب صورت میں نہیں چھوڑا اور اس کے الفاظ اور ترتیب کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا آپس میں اختلاف تھا۔ وہ چاہتے ہیں کہ یہ اختلاف ثابت کر کے مسلمانوں کے دلوں میں یہ شک و تردد پیدا کریں کہ جس قرأت وترتیب کے ساتھ قرآن مجید اب ہمارے سامنے ہے اس کے بارے میں یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وہی الفاظ اور ترتیب ہوگی جو نزول قرآن مجید کے ساتھ وابستہ تھے۔ اس سے وہ یہ نتیجہ پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمان جس ایمان ویقین کی بناء پر اس کتاب کی حفاظت کرتے ہیں وہ نظام درہم برہم

ہو جائے اور جو حشر پہلی کتب الٰہیہ کا ہوا تھا وہی حشر اس کتاب کا بھی ہو جائے اور اس طریقہ سے مخلوقِ خدا کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے محروم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے اثبات کے لیے دائمی معجزہ ہے اور بنی نوع انسان کی ظاہری و باطنی اصلاح اور دنیاوی و اُخروی فلاح کا دارومدار اس آخری کتاب پر ہے۔ اس بناء پر اس کی حفاظت کا مسئلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر ایسے لوگوں کو جن کی جمع تدوین قرآن مجید سے متعلق مجموعہ رویات پر نظر نہیں مستشرقین کی ان کتابوں کے مطالعہ کرنے کا موقع ملے تو یہ اندیشہ ہے کہ ان کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ اس ہدایت الٰہی پر ایمان رکھنے سے محروم ہونے کا سبب بنے۔ یہ موضوع طلبۂ علوم اسلامی کے نصاب میں بھی شامل ہے اس لیے میں نے قرآن مجید کی حفاظت سے متعلق مستند واقعات، مجموعہ روایات کو مدنظر رکھ کر مرتب طور پر جمع کیے تا کہ اس کی حفاظت کے بارے میں مسلمانوں کا جیسا پختہ ایمان ویقین ہے اسی طرح صحیح و مستند واقعات کی روشنی میں یہ موضوع واضح ہو جائے اور مستشرقین کی تدلیس و تلبیس سے باخبر ہو کر مسلمان ان کے بارے میں محتاط رہیں اور ان کی متعصّبانہ تحقیقات پر اعتماد نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر کوشش کو اس احقر سے قبول فرمائے اور اس کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

اس کتاب کے سلسلے میں جس تحقیق و تدقیق سے کام لیا گیا ہے یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اپنے اساتذہ کے علمی فیوضات کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ نامناسب ہوگا اگر میں یہ نہ لکھوں کہ جملہ علمی مشکلات کے حل کے مواقع پر میرے استاد محترم حضرت مولانا حافظ محمد عبدالقدوس مدظلہٗ کی فاضلانہ رہنمائی ہمیشہ سے شامل حال رہی ہے، اس کے لیے میں صمیم قلب سے ان کا شکر گزار ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے تمام اساتذہ کا بالخصوص شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ التفسیر حضرت مولانا فضل الرحمٰن مرحوم کا شکر گزار ہوں، جن سے میں نے کسبِ فیض کیا اور جن کے تلمذ نے مجھے اس قابل بنایا کہ اس عظیم علمی موضوع (قرآن مجید کی حفاظت) پر خامہ فرسائی کر سکوں۔ سب سے آخر میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا سید روح اللہ مدظلہٗ (ساکن موضع مازارہ) کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا جنہوں نے پدرانہ شفقت اور عالمانہ بصیرت کے ساتھ میری تربیت فرمائی اور آغازِ حیات سے ہی علمی تحقیق کی طرف میری توجہ کو مبذول کرانے کے ساتھ ساتھ وقتاً فوقتاً اپنے ارشادات سے مجھے مسلسل مستفید فرماتے رہے۔

قرآن مجید کی حفاظت

بعثتِ انبیاء:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اور حواس کی نعمتوں سے نوازا اور اس کو اشرف المخلوقات پیدا کر کے اس کی فطرت میں عبادت اور اطاعت کے ذریعے اپنا قرب حاصل کرنے کی رغبت پیدا فرمائی اور اس کا ہی مکلّف بنایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَھُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَلَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ ط (اور اسی نے بنادیے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل) (المؤمنون۔۷۸) وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا (بنی اسرائیل آیت ۷۰) اور ہم نے عزت دی ہے آدم کی اولاد کو اور سواری دی ان کو جنگل اور دریا میں اور روزی دی ہم نے ان کو ستھری چیزوں سے اور بڑھا دیا ان کو بہتوں سے جن کو پیدا کیا ہم نے بڑائی دے کر۔ فَاَقِمْ وَجْھَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًاط فِطْرَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَاط لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ط ذٰالِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ (الروم۔۳۰) ترجمہ: سو تو سیدھا رکھ اپنا منہ دین پر ایک طرف کا ہو کر، تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو، بدلنا نہیں اللہ کے بنائے ہوئے کو، یہی ہے دین سیدھا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ o (الزاریات.۵۶) ترجمہ: اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو۔

جس طرح وہ عقل اور حواس سے کام لے کر زمین و آسمان کی چیزوں سے اپنی مادی ضروریات پوری کرتا ہے اسی طرح اپنے حواس اور اپنی عقلی و فکری قوتوں سے کام لے کر وہ اپنے خالق کو بھی پہچان سکتا ہے۔ وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ o وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ o (الزاریات۔۲۰،۲۱) ترجمہ: اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے واسطے، اور خود تمہارے اندر، سو کیا تم کو سوجھتا نہیں۔

عقل و فکر اور حواس کی نعمتوں سے نوازنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ قائم فرمایا اور انہیں وحی کے ذریعے عبادت اور اطاعت ہی کے طریقے اور احکام بتائے گئے جن سے وہ لوگوں کے لئے عملی نمونے ہوتے تھے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ o (الانبیاء۔۲۵) ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہے کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے میرے سو میری بندگی کر لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْھِمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوْ اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَط (الممتحنۃ.۶) ترجمہ: البتہ تم کو بھلی چال چلنی چاہئے ان کی کو کوئی امید رکھتا ہو اللہ کی اور پچھلے دن کی

جب کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی نازل شدہ کتابوں یا صحیفوں میں تحریف ہوئی تو دوسرا نبی مبعوث کیا گیا تا کہ لوگ صحیح عقائد اختیار کر کے زندگی کے ہر شعبہ میں بندگی اور اطاعت کی صحیح راہ اختیار کر سکیں۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا یہ سلسلہ جاری رہا اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہوتی رہی فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰى ترجمہ: پھر ان کے پیچھے آئے ناخلف جو وارث بنے کتاب کے لے لیتے ہیں اسباب اس ادنیٰ زندگانی کا (الاعراف:۱۶۹) ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا تَتۡرَا ؕ (المومنون:۴۴) ترجمہ: پھر بھیجتے رہے ہم اپنے رسول لگاتار رُسُلًا مُّبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ لِئَلَّا يَكُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ ؕ (النساء:۱۶۵) بھیجے پیغمبر خوشخبری اور ڈر سنانے والے تا کہ باقی نہ رہے لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع۔

خاتم النّبیین کی بعثت:

یہاں تک کہ جب انسان فکر و عقل میں کمال تک پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضاہ ہوا کہ اپنے آخری نبی محمد ﷺ کو مبعوث فرما کر ان پر اپنی آخری کتاب قرآن مجید نازل فرمائے جو پہلی آسمانی کتابوں کے مضامین کا محافظ ہو۔ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ الۡكِتٰبِ وَمُهَيۡمِنًا عَلَيۡهِ (المائدہ:۴۷) ترجمہ: اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب سچی تصدیق کرنے والی سابقہ کتابوں کی اور ان کے مضامین پر نگہبان۔

اور قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے لئے ہر زمانے میں اپنی اپنی زندگیوں کے تمام شعبوں میں مشعل راہ ہو اور زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہونے کے ساتھ ایک ایسا مکمل دستور العمل ہو کہ بڑے سے بڑا مدبّر، حکیم، ماہر قانون دان اس جیسے دستور العمل کے پیش کرنے سے ہمیشہ کے لئے تا قیامت عاجز ہو۔ وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡيَانًا لِّكُلِّ شَىۡءٍ وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ ۝ (النحل:۸۹) ترجمہ: اور اتاری ہم نے تجھ پر کتاب کھلا بیان ہر چیز کا اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری حکم ماننے والوں کے لیے آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے دین تمہارا اور پورا کیا میں نے تم پر احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔ اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا ؕ (المائدہ:۳) قُلْ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰٓى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا يَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِيۡرًا ۝ (بنی اسرائیل:۸۸) کہہ اگر جمع ہوں آدمی اور جن اس پر کہ لائیں ایسا قرآن ہرگز نہ لائیں گے ایسا قرآن اور پڑے مدد کیا کریں ایک دوسرے کی۔

قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی اور قرآن مجید کے آخری کتاب ہونے کی بنا پر یہ ضروری ہوا کہ یہ کتاب جس طرح آپ ﷺ پر نازل ہوئی اسی طرح قیامت تک محفوظ بھی رہے۔ چنانچہ قرآن مجید کے محفوظ ہونے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ہمیں پہلے سے یہ اطلاع دی وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ (حم السجدہ:۴۱،۴۲)

(وہ بڑی معزز کتاب ہے۔اس میں باطل نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے، اتاری ہوئی ہے حکمتوں والے سب تعریفوں والے کی طرف سے)

بلکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری لینے کا وعدہ بھی فرمایا:

(۱) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر:۱۵،۹)

ترجمہ: اس نصیحت نامے کو ہم نے ہی نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

(۲) اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ (القیمۃ ۱۷،۱۸،۱۹)

ترجمہ: وہ تو ہمارا ذمہ ہے اس کو جمع رکھنا تیرے سینہ میں اور پڑھنا تیری زبان سے پھر جب ہم پڑھنے لگیں فرشتہ کی زبانی تو ساتھ رہ اس کے پڑھنے کے، پھر ہمارے ذمے ہے اس کو کھول کر بتلانا

اور جس طرح اس کے الفاظ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اسی طرح ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی جو مراد ہے اس کی حفاظت کا بھی وعدہ فرمایا جس پر یہ آیت ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ دلالت کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ کئی طریقوں سے پورا فرمایا ہے۔ جن میں سے دو اہم طریقے حسب ذیل ہیں۔

(۱) صدری حفاظت: یعنی سینوں کے ذریعے قرآن مجید کی حفاظت کا اہتمام۔

(۲) کتابی حفاظت: یعنی تحریری ذریعہ سے قرآن مجید کی جمع وتدوین۔ یہ رسالہ صرف ان دو طریقوں سے متعلقہ مباحث پر مشتمل ہے

سب سے پہلے ہم صدری حفاظت پر بحث کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہی وہ پہلا ذریعہ تھا (اور جو ہمیشہ کیلئے بدستور باقی ہے) جس کے ذریعہ اس عظیم الشان منبع رشد وہدایت کی ایسی زبردست حفاظت کی گئی جس کی مثال دنیا کی کسی دوسری کتاب کے بارے میں نہیں ملتی۔ جس کی پیشن گوئی پہلے سے قرآن مجید میں

موجود ہے۔

صدری حفاظت:

اس کی پیش گوئی کئی آیات میں موجود ہے جن میں سے درج ذیل آیت کو بطور استدلال ذکر کیا جاتا ہے

بَلْ ھُوَ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ط وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ o (العنکبوت ۴۹)

ترجمہ: بلکہ یہ قرآن تو آیتیں ہیں صاف ان لوگوں کے سینوں میں جن کو ملی ہے سمجھ اور منکر نہیں ہماری آیتوں سے مگر وہی جو بے انصاف ہیں۔

اس کی تفسیر میں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا ہے۔

''اہل علم سے مراد مومنین ہیں اور یہ صفت قرآن کی مدح کے لئے بڑھائی کہ یہ قوت حافظہ میں محفوظ ہے اور محتاج تقلید بالکتابتہ نہیں جس سے علاوہ اس کے فی نفسہٖ عجیب ہونے اور مصدقِ کتب سابقہ کی اس پیشن گوئی کے کہ ''اناجیلھم فی صدورھم'' خود اس کتاب کے لئے تحریف وتبدیل سے موجب حفاظت بھی ہے''۔

(مولانا اشرف علی تھانویؒ: بیان القرآن ۸:۱۲۶)

صدری حفاظت کیلئے اختیار کئے گئے وسائل

اس کے لئے مندرجہ ذیل وسائل اختیار کئے گئے۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک میں قرآن مجید کو محفوظ کیا گیا۔ اس پر ''اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَ قُرْاٰنَہٗ o'' اور ''سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰی'' (الاعلیٰ:۶) ترجمہ: البتہ ہم پڑھائیں گے تجھ کو، پھر تو نہ بھولے گا۔ جیسی آیات دلالت کرتی ہیں۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فریضۂ نبوت قرار دیا گیا کہ جو آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت ان آیات ربانی کو لوگوں تک پہنچا دیتے تھے چنانچہ ایک جگہ قرآن میں ارشاد ہے کہ (۱) یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (المائدہ ۶۵) (اے رسول جو جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا ہے۔ آپ سب پہنچا دیجئے۔)

بعض دوسرے مقامات پر یوں ارشاد فرمایا۔ (۲) یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ (آل عمران: ۱۶۴) ترجمہ: پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی (۳) اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ (العنکبوت ۲۹:۴۵) (جو کتاب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی کی گئی آپؐ اسے پڑھا کیجئے)

بیضاوی نے مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں بتایا ہے کہ جن جن آیات کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوتی تھی لوگوں پر اس کی تلاوت کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے کیا گیا تھا تا کہ اس کی قرأت سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو اور قرآن مجید کے الفاظ یاد ہوتے جائیں۔

(۳) انصات واستماع:

جب تک کسی کلام کو خاموشی اور دھیان سے نہ سنا جائے اس وقت تک اس کلام کو یاد کرنا اور سمجھنا ممکن نہیں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ جب بھی قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی ہو تو خاموش ہو کر کان لگا کر پوری توجہ سے سنیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ ''وَاِذَاقُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْالَهٗ وَاَنْصِتُوْا'' (الاعراف ۷: ۲۰۴) ترجمہ (اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو۔)

(۴) حلاوتِ اسلوب:

قرآن مجید ایسے معجز نرالے طرز بیان سے نازل کیا گیا ہے جس سے سامع اور متکلم دونوں کو بنسبت شعر کے زیادہ لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ ایک بلیغ کلام کو جب سریلی آواز سے ادا کیا جائے تو اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ اسلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ '' لیس منامن لم یتغن بالقراٰن '' (صحیح مسلم ۱: ۲۶۸ باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن) ترجمہ: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو قرآن مجید کو سریلی آواز سے نہ پڑھے اور دوسری جگہ ارشاد ''ماذن اللّٰہ لشیئٍ ماذن لبنی حسن الصوت یتغن باالقراٰن '' (سنن ابی داؤد ا: ۲۰۷) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی کی طرف اتنی توجہ نہیں فرماتے جتنی توجہ اُس آواز کی طرف فرماتے ہیں جو قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھتا ہو۔

خازن نے اپنی تفسیر میں کہا ہے۔

''قولہ یتغن بالقراٰن ای یحسن صوتہ بہ ویکون مع ذٰلک مع تحزین و ترقیق '' (الخازن: باب التاویل ۱: ۶) ترجمہ: یعنی اس کو خوش الحانی سے پڑھتا ہو اور اس کے ساتھ اس کی قرأت میں حزن اور رقت ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ایسے اسلوب کے ساتھ اس لئے نازل فرمایا کہ انسان کی طبیعت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ اُسے موزون مقفّٰی کلام سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ اس التذاد کی بنا پر اس کو بار بار پڑھنے

سے اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی۔ بلکہ حلاوتِ اسلوب کی بنا پر تکرار و اعادہ کر کے التذاد میں جتنا اضافہ ہوتا جاتا ہے اتنا ہی اس کے دہرانے کا شوق بھی بڑھتا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کیلئے قرآن مجید کو حفظ کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔

جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی قبیلہ کا کوئی شاعر اپنی شاعری میں کمال تک پہنچتا تو اس قبیلہ کے لوگ اس شاعر پر فخر کرتے اور اسکے اشعار سے لذت لیتے ہوئے مجالس میں اس کو پڑھتے۔ اس طریقہ سے ان کو وہ اشعار ازبر ہو جاتے اور نسل در نسل ایک دوسرے سے اس کی روایت کرتے۔ (جرجی زیدان: تاریخ اللغۃ العربیۃ ۱:۹)

چونکہ شعر موزوں مُقفّٰی کلام ہوتا ہے جس میں خاص اوزان اور قواعد کی پابندی ہوتی ہے۔ جب کسی شاعر کا کلام ان اوزان اور قواعد پر پوری طرح اُترے تب اس سے لذت حاصل ہوتی ہے اور دلوں پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ مگر ہر قوم کے موزوں مقفّٰی کلام کے اپنے علیٰحدہ اور مختلف قواعد مقرر ہیں کہ اس خاص قوم کو تو ان قواعد پر اترے ہوئے کلام سے لذت حاصل ہوتی ہے لیکن اس میں دیگر اقوام کے لئے لذت لینے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے صرف عرب قوم کو مہذب بنانے کے لئے نہیں نازل فرمایا اور نہ ہی ان پر قرآن مجید کی حفاظت کا فریضہ عائد فرمایا بلکہ تمام بنی نوع انسان خواہ عرب ہوں یا عجم، شہری ہوں یا دیہاتی سب کے مہذب بنانے کے لئے نازل فرمایا اور سب پر یہ لازم کیا کہ قرآن مجید کی حفاظت کریں۔ اسی لئے اس کے اسلوب بیان میں ان اوزان اور قوافی کی پابندی کا لحاظ نہیں رکھا گیا جس سے عرب قوم کو تو التذاد حاصل ہو اور باقی اقوام عالم کے لئے اس میں لذت لینے کی گنجائش نہ ہو بلکہ ایسے اسلوب سے نازل فرمایا جس میں اوزان اور قوافی کی پابندی نہ ہو اور تمام نوعِ بشری کو طبعی طور پر اس سے لذت حاصل ہوتی رہے۔ جس کی بنا پر عرب، عجم، شہری اور دیہاتی سب کے لئے اس کو حفظ کرنے میں آسانی ہو۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "الفوز الکبیر" باب سوم)

مشرکین کو بھی قرآن مجید کے بدیع معجز اسلوب کی حلاوت کا اعتراف تھا۔ چنانچہ ولید بن مغیرہ نے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سنا جس کی وجہ سے اس پر رقت طاری ہوگئی تو اس نے ابوجہل سے کہا: فواللّٰہ مافیکم رجل اعلم بالاشعار منی ولا اعلم بر جزہٖ ولا بقصیدۃٍ ولا باشعار الجن

واللہ مایشبہ الذی یقول شیئًا من ھذا واللہ ان لقولہ الذی یقول حلاوۃ وان علیہ الطلاوۃ وانہ لمثمر اعلاہ مفدق اسفلہ وانہ لیعلو و مایعلیٰ و انہ لیحطم ما تحتہ (البیھقی : دلائل النبوۃ ۱:۴۴۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی قسم، تم میں سے کوئی شخص مجھ سے نہ اشعار پر زیادہ عالم ہے، نہ رجز وقصیدہ پر اور نہ جن کے اشعار پر۔ اللہ کی قسم جو بات وہ فرماتے ہیں وہ ان میں سے کسی سے مشابہ نہیں، اللہ کی قسم، بے شک جو بات وہ کہتا ہے اس کے لئے حلاوت ہے اور بیشک ضرور اس پر تازگی ہے اور بیشک اس کے اوپر کا حصہ بارآور ہے اور اسکے نیچے کا حصہ پرمغز ہے اور بیشک ضرور یہ عالی (بلند) ہے اور اس پر کسی کلام کو علو (برتری) حاصل نہیں ہوسکتا اور یہ اپنے نیچے کو روند ڈالتا ہے۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۲۹ سے) بعض حضرات کے ساتھ ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ کوئی اچھی حالت حاصل ہوگئی تو بے فکر ہوگئے اور نفس وشیطان نے اپنا داؤ چلا لیا اور آدمی کو پھر مزے اور چسکے والی زندگی کی طرف کھینچ لیا۔ اس طرح روحانی تنزل شروع ہوجاتا ہے جس کو اصطلاح میں ''رجعت'' کہتے ہیں رجعت والے آدمی کی حالت بہت خطرے میں ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنی فکر نہ کرے اور مزوں اور معصیت میں بڑھتا چلا جائے تو نیک مجالس میں جانے سے گھبرانے لگتا ہے کہ یہ لوگ مجھ سے پھر وہی پابندی والی زندگی شروع کروادیں گے۔ یہ بات رجعت سے بھی آگے گمراہی کا ایک قدم ہے جس کو ''وحشت'' کہتے ہیں اور اگر یوں ہی آدمی چلتا رہے تو دین والے لوگوں سے دل میں بغض پیدا ہوجاتا ہے اور وہ برے لگنے لگتے ہیں، یہ حالت بہت خطرناک ہے اس کو ''عداوت'' کہتے ہیں ایسے آدمی کے سوئے خاتمہ (کفر پر موت) کا خدشہ ہوتا ہے، اس لیے آخری سانس تک محنت اور کوشش میں لگے رہنا چاہیے جیسا کہ کسی عارف کا قول ہے

اندرایں رہ می تراش و می خراش

تا دمِ آخر دمِ فارغ مباش

ترجمہ: اس راہ میں تراش خراش کرتے رہو۔ آخری سانس تک ایک پل کے لیے بھی غافل مت ہو۔ (ثاقب علی خان)

☆☆☆☆☆

حضرت تھانویؒ کے مجموعہ مواعظ ''علم وعمل'' کے درس کی تکمیل پر

حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ کے اختتامی کلمات

بحمد اللہ آج بروز جمعۃ المبارک ۲۷ شعبان ۱۴۲۴ھ کو حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب ''علم وعمل'' کا فجر کی تعلیم میں آخری درس ہوا۔ جناب حضرت ڈاکٹر فدا محمد مدظلہٗ کے زیر اہتمام نماز فجر کے بعد اصلاحی کتب کے تعلیمی حلقے سالہا سال سے مسجد فردوس پشاور یونیورسٹی میں جاری ہیں۔ اس دوران ملفوظاتِ حکیم الامت، تربیت السالک، سیرت سید احمد شہید، صحبتِ با اہل دل، احیاء العلوم دین، مکتوبات صدی وغیرہ کئی بلند پایہ کتب کی سبقاً سبقاً تکمیل ہوئی اور شرکت کرنے والے ساتھیوں کو بیش بہا روحانی فائدہ ہوا۔ اب حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے سلسلہ مواعظ کی کتابیں زیر درس ہیں۔ اس سلسلے کا پہلا مجموعۂ مواعظ ''علم وعمل'' ختم ہوا تو حضرت ڈاکٹر صاحب نے مندرذیل اختتامی کلمات ارشاد فرمائے۔

کتاب کا آغاز '' توبہ'' کے بیان سے ہوا تھا۔ توبہ سلوک وتصوف کا پہلا قدم ہے، جس میں انسان اللہ تبارک وتعالیٰ سے دور کرنے والے اعمال کو ترک کر کے اللہ کا قرب دلانے والے اعمال اختیار کرتا ہے۔ اور اختتامِ کتاب '' آخر الاعمال'' پر ہوا، جس میں شریعت کے مقرر کردہ اعمال کا تکمیلی درجہ حاصل کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے اور تھوڑا بہت حاصل ہو جانے کے بعد اسی پر قناعت نہ کر بیٹھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جیسا کہ دنیا کے بارے میں اکثر لوگوں کا یہی حال ہے کہ جب کوئی مکان تعمیر کرتا ہے تو اس میں دروازے، کھڑکی روشندان، رنگ وسفیدی، موسم کے لحاظ سے موزونیت، خوبصورتی غرض ہر ہر بات کا مقدور بھر انتظام کرتا ہے، ایسی ہی چاہت اور کوشش دین کے اعمال کے حصول اور پھر ان کو درجۂ کمال تک پہنچانے کے لیے بھی ہونی چاہئے۔

اس ابتدائی اور تکمیلی حالت کے درمیان مرید کو مختلف احوال درپیش ہوتے ہیں۔ جن کے تقاضوں اور حقیقت کو سمجھنے کے لیے شیخ کامل ومشفق کی نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک چیز ہوتی ہے حال اور ایک چیز ہوتی ہے مُقام۔ تصوف میں اصل مقصود ''مقامات'' کا حصول ہے، مقام کہتے ہیں قلبی اعمال کے حاصل کر لینے کو۔ اگر تو تھوڑی دیر کے لیے کوئی حالت حاصل ہوگئی اور آدمی ذکر میں منہمک ہوگیا، دنیا کا خیال جاتا رہا اور ساری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگئی تو اس کو ''حال'' کہتے ہیں۔ کیونکہ ذرا آدمی اِدھر اُدھر ہوا کوئی نئی بات پیش

آئی تو حال والا آدمی پچھلی حالت پر واپس آجاتا ہے۔ اور جب یہی حالت پکی ہوجائے اور ہر وقت اور بلاتکلف حاصل ہوجائے تو اس کو مقام کہتے ہیں۔ مثلاً کسی نے تواضع کے فضائل سنے تو اس پر کچھ دیر کے لیے مکمل تواضع کی حالت طاری ہوگئی تو کہیں گے کہ اس پر تواضع کا حال طاری ہوا اور اگر یہ بات بار بار کی مشق اور شیخ کی صحبت سے دل میں پکی ہوجائے، اور کیا بڑا کیا چھوٹا، کیا امیر کیا غریب، کیا شیخ اور کیا عام آدمی ہر ایک کے ساتھ یہ مرید تواضع کا برتاؤ کرنے لگے اور اس میں ایسا بے تکلف ہوجائے اور تواضع اختیار کرنے میں ایسی سہولت ہوجائے کہ اب اس کا احساس بھی باقی نہ رہے کہ میں تواضع کر رہا ہوں تو اس کو تواضع کا مقام کہتے ہیں۔ لیکن اس کا فیصلہ کرنا کہ تواضع کا مقام حاصل ہوگیا یا نہیں صرف شیخ کا کام ہے خود مرید اپنے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کرے۔

اسی طرح فنا اور بقا ہیں۔ فنا کہتے ہیں کہ مرید کے قلب سے گناہ اور معصیت کا ارادہ ختم ہوجائے۔ اور بقا سے یہ مراد ہے کہ آدمی کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تابع ہوجائے۔ شروع میں آدمی جب ذکر اذکار میں لگتا ہے اور اس سے جوش وخروش، رقت اور دل کی نرمی کے حالات طاری ہوتے ہیں تو آدمی کے دل سے دنیا کا دھیان ہی ختم ہوجاتا ہے۔ معصیت اور نفس کے مزے کا خیال تک نہیں آتا اور طبیعت پر نیکی اور جوش وخروش کا خوب غلبہ ہوتا ہے۔ غیر محقق آدمی اسی کو کمال سمجھتا ہے۔ جبکہ کچھ عرصے کے بعد نفس کے تقاضے لوٹ آتے ہیں۔ نفس پھر اپنے مزوں کی طرف آدمی کو کھینچنے لگتا ہے۔ اور آدمی کا خیال ہوتا ہے کہ شاید میں اپنے مقام سے گر گیا حالانکہ اب زیادہ کمال حاصل ہوا کہ جب نفس میں برائی کا تقاضا ہوا اور اپنے ارادے سے آدمی اس کو چھوڑ کر نیکی اختیار کرے تو اصل کمال یہ ہے۔ جیسے کہ ہانڈی پکنے کے دوران خوب جوش مارتی ہے لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ ابھی پکی نہیں ہے اور مہمانوں کو پیش کرنے کے قابل نہیں ہوئی ہے۔ لیکن جب یہ درمیانی حالت ختم ہوکر پک جاتی ہے اور جوش ٹھنڈا ہوجاتا ہے تو تب کھانے کے اور لطف لینے کے قابل ہوتی ہے۔ اسی طرح فنا کا راستہ طے کرکے جب آدمی بقا کو حاصل کرلے تو تب کمال حاصل ہوتا ہے۔ اس مجاہدے اور اس درمیانی جوش وخروش کے گزر جانے کے بعد اتنا ہوجاتا ہے کہ نفس کے تقاضے کے خلاف کرنا اور اس سے نیکی کروانا آسان ہوجاتے ہیں اور نفس کو ایک صفت حاصل ہوجاتی ہے، جسے نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔

لیکن یہ بات سمجھنے کی ہے کہ کسی بھی مقام اور حالت کے پکے ہوجانے کے بعد بے فکر نہیں ہوجانا چاہیے بلکہ اس حالت کی حفاظت کرنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ (باقی صفحہ ۲۷ پر)

ایڈیٹر کی ڈاک

بخدمت جناب گرامی قدر ثاقب علی خان صاحب مدیر مسئول ماہنامہ غزالی!

بعد از سلام اس تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں، بندۂ حقیر صرف اپنے احساسات و جذبات اور چند گزارشات آپ تک پہنچانے کا متمنی ہے۔ سب سے پہلے الحمدللہ کہ ماہنامہ غزالی کا اس انتہائی کٹھن اور کڑے دور میں پہلا سال بخیر و عافیت مکمل ہوا، یوں اب رسالہ ماشاء اللہ ایک مضبوط جڑ پکڑ چکا ہے، یہ سب کچھ آپ اور حاجی صاحب (ڈاکٹر فدا محمد صاحب) کی کاوشوں اور انتھک محنت کا ثمرہ ہے، جس کے لیے میں حاجی صاحب گرامی قدر، مجلس مشاورت کے تمام ارکان اور آپ کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اس رسالہ کو دن دگنی اور رات چگنی ترقی عطا فرمائے اور جس مقصد کے لیے اس کا قیام عمل میں لایا گیا تھا وہ پایۂ تکمیل تک پہنچے۔ آمین۔

اگر ایک طائرانہ سی نگاہ گزشتہ سال کے تمام رسائل پر ڈالی جائے تو رسالہ نے ماشاء اللہ بتدریج ترقی کی تمام منازل طے کیں، اور مختلف انواع کی جو غلطیاں مثلاً طباعت کی، لکھائی، پروف ریڈنگ، روشنائی، کاغذ کا معیار وغیرہ ان تمام باتوں میں کافی حد تک آہستہ آہستہ مثبت تبدیلی رونما ہوتی رہی اور اس بات سے بندہ کو کافی تقویت ملی کہ بندہ کی اصلاح بھی آہستہ آہستہ ممکن ہوتی ہے۔ اچانک کوئی مکمل تبدیلی شاذ و شاذ ہی دیکھنے میں آئی ہے۔ مضامین اور ان کے انتخاب کا معیار بھی بہت اعلیٰ و شاندار رہا، خصوصاً مولانا اشرفؒ اور حاجی صاحب کی اصلاحی مجالس کے ضبط کردہ بیانات مطالعہ کے دوران بندہ پر ایسا اثر کرتے تھے کہ گویا مولانا اشرف صاحبؒ مجلس میں خود موجود ہوں بلکہ حضرت تھانویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی موجودگی کا احساس اکثر و بیشتر ہوتا رہا اور دل سے حاجی صاحب کے لیے دعائیں نکلتی رہیں اور صد احترام کے جذبات ابھرتے رہے۔ احیاء العلوم کے اخذ کردہ مضامین بھی انتہائی شاندار تھے، جس محنت شاقہ سے ان کا انتخاب کیا گیا وہ بھی بڑی قابل ستائش ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عطا فرماویں۔ آمین

اس رسالہ کی کرامت یا یوں کہئے کہ اس کے اثرات جو بندہ پر پڑے وہ مختصراً عرض کرتا ہوں۔

اکثر کسی پریشانی میں اس کے مطالعہ سے اس پریشانی میں کمی واقع ہوئی اور اطمینانِ قلب نصیب ہوا، خصوصاً جب ماہِ اکتوبر ۲۰۰۳ء کا ماہنامہ بذریعہ ڈاک میرے ہاتھوں میں پہنچا تو بندہ اس وقت بخار اور سر درد کی تکلیف میں مبتلا تھا اور اس پریشانی کی بناء پر طبیعت انتہائی اداس تھی، مگر اچانک (باقی صفحہ ۱۷ پر)

جنات کی تبلیغ کا ایک دلچسپ واقعہ

یہ واقعہ دو سال قبل کا ہے جب ہمارے ساتھیوں کی جماعت (مسجد وسطیٰ پشاور یونیورسٹی سے) سہ روزہ لگانے کی غرض سے تبلیغی مرکز پشاور پہنچی۔ تبلیغی مرکز سے ہماری تشکیل گلبہار نمبر ۴ میں ہوئی، سو ہماری جماعت مذکورہ علاقے میں پہنچی۔ ہماری جماعت میں سب جانے پہچانے اور مقامی ساتھی تھے، ہمارے وہاں پہنچنے کے بعد عصر کے وقت دو نوجوان بھی اس مسجد میں آ پہنچے، انکی تشکیل بھی تبلیغی مرکز سے کی گئی تھی، بہر حال ہمارے ساتھ تبلیغی اعمال میں شریک ہو گئے۔ ایک دن اور رات گذار کر وہ ہمارے ساتھ مانوس ہو گئے، ان میں سے ایک مردان کا رہنے والا تھا جبکہ دوسرا پشاور کا مقامی تھا۔ مردان کے ساتھی نے حالات بتائے کہ وہ کس طرح یہاں پہنچا!۔ اس کے مطابق وہ بغرضِ مزدوری راولپنڈی میں رہتا ہے اور گذر اوقات کے لیے قبریں کھودنے کا کام کرتا ہے۔ جب وہ پہلی بار راولپنڈی گیا تو اسے وہاں رہائش کا مسئلہ درپیش ہوا۔ اس نے کہا کہ چونکہ میں ایک غریب آدمی تھا لہٰذا مقامی لوگوں نے ترس کھا کر مجھے رہائش کے لیے ایک کمرہ مفت دے دیا، مگر اُس کمرے میں کوئی بھی مقامی شخص رہنے کے لیے تیار نہ تھا۔ بہر حال میری مجبوری تھی لہٰذا میں نے ہمت کر کے اس کمرے میں رہنے کا ارادہ کر لیا۔ پہلی رات جب میں کمرے میں لیٹنے لگا تو مجھے اپنی چارپائی حرکت کرتے ہوئے محسوس ہوئی چونکہ میں دن بھر کا تھکا ہارا تھا اس لیے لیٹا رہا آخر مجھے ایک نادیدہ آواز سنائی دی جس نے کہا کہ اس کمرے میں ہم جنات بھی رہتے ہیں۔ شروع میں تو مجھے ڈر محسوس ہوا لیکن رفتہ رفتہ اُس آواز کے ساتھ مانوس ہو گیا، یہ آواز ایک مسلمان عالمِ دین جن کی تھی۔ بعد میں ہم نے کمرہ دو حصوں میں تقسیم کر لیا، ایک حصہ میں میری چارپائی اور سامان پڑا رہتا اور دوسرے حصہ میں جنات مع اپنے بچوں کے رہتے تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ مانوسیت بڑھتی گئی، چونکہ یہ جن عالم تھے اس لیے میں ان سے مسائل بھی پوچھا کرتا تھا۔ ایک بار ان سے انسانی شکل میں ملاقات بھی ہوئی۔

کچھ عرصہ کے بعد گاؤں سے میرے والد صاحب ملاقات کے لیے راولپنڈی آئے تو ان کا قیام میرے پاس اسی کمرے میں رہا، رات کو وہ میری چارپائی پر لیٹ گئے اور میں یونہی زمین پر لیٹ گیا۔ جب نماز کا وقت ہوا تو اس عالم جن نے مجھے اپنے والد کو مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے کہا۔ میں نے کافی کوشش کی لیکن والد صاحب تیار نہ ہوئے دفعتہً جن نے ہنس کر کہا کہ گدھا ماننے والا نہیں ہے۔ جب میرے والد

صاحب نے یہ آواز سنی تو ڈر گئے اور کہا کہ آپ کے پاس ٹیپ ریکارڈ تو نہیں؟ بہر حال میں نے ادھر اُدھر کی باتیں کر کے انھیں سمجھا بجھا دیا۔

ایک دفعہ اسی جن نے مجھ سے کہا کہ تم اللہ کے راستے میں تین دن کے لیے تبلیغ میں نکلو۔ چونکہ میں نے کبھی تبلیغ میں وقت نہیں لگایا تھا اس لیے مجھے اس کا تجربہ نہ تھا دوسرے یہ کہ میرے پاس اتنے پیسے بھی نہ تھے کہ میں تبلیغ میں نکلتا۔ اسی جن نے مجھے بتایا کہ آپ فلاں دوکاندار کے پاس جائیں اور پیسے واپس کرنے کی نیت سے دوسو (۲۰۰) روپے قرض لے لیں۔ میں اس دکاندار کے پاس گیا اور مانگنے پر مجھے دوسو روپے مل گئے ۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ میں تبلیغ میں نکلوں کیسے؟ آخر خوب سوچنے کے بعد میں اپنے بہنوئی کے پاس پشاور پہنچا میرے بہنوئی تبلیغ میں وقت لگائے ہوئے تھے۔ وہاں بہن نے مجھے بستر ہ تیار کر کے دیا اور ہم دونوں اب آپ کے سامنے ہیں۔

ایک دفعہ میں نے اسی عالم جن سے پوچھا کہ آپ کے باقی رشتہ دار کہاں رہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہمارے زیادہ تر رشتہ دار تخت بھائی کے پاس ایک پہاڑ میں رہتے ہیں، کچھ رشتہ دار پشاور میں بھی ہیں جو کہ سیکنڈری بورڈ کے پاس سائفن میں رہتے ہیں، کچھ رشتہ دار اسلامیہ کالج میں ایک اونچے اور بڑے درخت کے اوپری تنے پر بسیرا کرتے ہیں۔ اس عالم جن نے مجھے یہ بھی بتایا کہ ہمارے ساتھی بھی انسانی شکل میں تبلیغی جماعت میں اوقات لگایا کرتے ہیں۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جنات کا وجود قرآن وحدیث سے ثابت ہے، لہٰذا ایسے جملے کہنا کہ میں جنات کو نہیں مانتا، یا جنات کوئی چیز نہیں ہیں بس ایک وہم ہے وغیرہ کلماتِ کفر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کا صحیح فہم اور عمل نصیب فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

اطلاع

چونکہ بندہ کے فرسٹ ایئر M.B.B.S کے طالبعلم مطیع اللہ نے بھی بروز اتوار 26 اکتوبر کو چاند دیکھا تھا، اور دیگر گواہوں کے ساتھ شامل تھا، اس لیے ہمارا اعتکاف 15 نومبر 2003 کا دن گزر کر شام سے شروع ہوگا۔

جناب خالد محمود اعوان ایڈووکیٹ C/O عبدالخالق

السلام علیکم، آپ کا ٹیلیفون آج ڈاکٹر صاحب کے گھر موصول ہوا لیکن ڈاکٹر صاحب سے بات نہ ہو سکی، ڈاکٹر صاحب آپ کو فون کرنا چاہتے ہیں لیکن ہمارے پاس آپ کا فون نمبر نہیں ہے۔ آپ نے جو فون نمبر دیا تھا (021-2818741) وہاں سے جواب ملتا ہے کہ یہ نمبر ٹرانسفر ہو گیا ہے، اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہاں دوبارہ فون نہ کریں، اس کے سوا ہمارے پاس کوئی نمبر نہیں ہے۔ براہ کرم اپنا نیا ٹیلیفون نمبر دے دیں تاکہ ڈاکٹر صاحب آپ سے بات کر سکیں۔ والسلام

ڈاکٹر فدا محمد (پشاور)

فون : 091-843060

E.mail: saqi_pak@hotmail.com

فیکس نمبر: 091-810307